محمد ارسلان*

ناسخ کی مِیری (شعرِ ناسخ پر میر کے اثرات)

Meer's Influence on the Poetry of Nasikh

Abstract:

Nasikh is usually considered a second-rate poet in Urdu, and his work is often linked only to language and style. But in fact, Ghalib himself accepted Nasikh as his mentor. After Ghalib, the poet who reached great heights extracting from Sabk-e-Hindi (Indian style) was Nasikh. Nasikh openly admitted that he learned from Mir. This article tries to find Mir's poetic style and influence in Nasikh's poetry.

Keywords: Nasikh, Meer, Mazmoon afreeni, Ma'ani afreeni, semantic creativity, aesthetics of classical poetry.

انیسویں صدی کے کلاسیکی شعرا میں ناسخ (۱۷۷۲ء-۱۸۳۸ء) اگرچہ ذوق (۱۷۹۰ء-۱۸۵۴ء) کی دربار رسی، غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) کے تخیل، اور مومن (۱۸۰۰ء-۱۸۵۲ء) کی نازک خیالی کا مقابلہ نہیں کر سکے لیکن اصلاح زبان میں اپنا لوہا ضرور منوا گئے۔ بطور شاعر ناسخ کو میر (۱۷۲۳ء-۱۸۱۰ء) نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، اس کے باوجود ناسخ کے ہاں میر کا عکس ملتا ہے۔ انفرادیت کا دعویٰ ایک طرف، دوسری جانب میر کی "آہ" ناسخ کو بھی متاثّر کیے بغیر نہ رہ سکی۔ میر کی فنّی عظمت کے اثرات قبول کرنا دراصل ناسخ کی باطنی عقیدت کا ثبوت ہے۔

اردو کے کلاسیکی شاعروں کو زندہ رکھنے کے لیے آبِ حیات ۱۸۸۰ء، (وکٹوریہ پریس، لاہور) کا کلیدی کردار ہے۔ محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء-۱۹۱۰ء) مرحوم نے شعرا کے زندہ مرقّعوں سے اردو کے ادبی ماحول کا جیتا جاگتا اور متحرّک نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اردو کی تاریخ پر آزاد کے چھوٹے جملوں نے بڑا اثر مرتّب کیا ہے۔ میر کے نشتر، مصحفی (۱۷۵۱ء-۱۸۲۴ء) کا امروہہ پَن، انشاء (۱۷۵۲ء-۱۸۱۷ء) کی محفل آرائی اور ناسخ کی پہلوانی کے چرچے آزاد ہی کے مرہون منّت ہیں۔ جہاں تک امام بخش ناسخ کا تعلّق ہے، ان کے ساتھ اردو والوں نے کچھ اچھا نہیں کیا۔ پہلوانی کرتا، 'یا غفور' کے اعداد کے برابر ڈنٹر پیلتا، لَے پالک ہونے کا طعنہ سنتا ناسخ! [1] آبِ حیات کے

اثرات کے علاوہ ناسخ اپنی اصلاح زبان تحریک کے شور میں بطور شاعر نظر انداز ہوتے رہے۔ شمس الرّحمٰن فاروقی (۱۹۳۵ء-۲۰۲۰ء) نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ناسخ کا بہت ذکر کیا ہے [۲]۔ شاید اس لیے کہ انھوں نے جوانی کے مضامین میں ناسخ کی شاعری کو بال کی کھال اکھاڑنے والی، بے رس قافیہ پیمائی سے تعبیر کیا ہے [۳]۔ اپنے آخری انٹرویو میں فاروقی صاحب نے ناسخ کو غالب کا حقیقی پیش رَو (یا ہم رَو) بھی کہا ہے [۴]۔ لیکن اس سب کے باوجود ناسخ سوا اور دوسرے افسانے میں جگہ نہ پا سکا۔

حقیقت یہ ہے کہ ناسخ انیسویں صدی میں غالب کے بعد دوسرا اہم اور غیر معمولی شاعر ہے۔ ایسا کہنے سے مومن اور ذوق کی توہین نہیں ہوتی۔ مومن کا دائرہ، خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، نازک خیالی (کہیں کہیں تعقید) سے آگے نہیں بڑھتا۔ اگرچہ نازک خیالی بھی کم وقیع چیز نہیں لیکن تا بہ کے؟ غالب کے مصرعے نے بھی مومن کو غیر معمولی فائدہ پہنچایا: طبیعت اس کی معنی آفرینی تھی! [۵] رہا ذوق کا معاملہ، تو ان کا خاصہ قلعہ معلّیٰ کی روز مرّہ زبان ہے۔ ظاہر ہے، اس دائرے میں ان کا کون حریف ہو گا۔

ناسخ کی حکایت ذوق اور مومن (اور کسی حد تک آتش) سے مختلف ہے۔ اول تو درباری و ازدواجی زندگی کا خرخشہ نہیں، دوسرا وہ مضمون اور اخلاقیات کی قید میں بند نہ تھے۔ اخلاقیات کی نام نہاد بندش تو خیر ہمارے کسی کلاسیکی شاعر میں نہ تھی۔ تاہم مومن کا خاص مذہبی پس منظر، کُھل کھیلنے میں مانع تھا۔ یہی عالم ذوق کا بھی تھا۔ لال قلعے کے شہزادوں میں لاکھ شعری سنجیدگی کا فقدان ہو، لیکن استادِ شاہ ہونے کے اپنے تقاضے تھے۔ اس کے علی الرّغم ناسخ کے ہاں موضوعات کا تنوّع قاموسی ہے، اس پر خوش طبعی مستزاد۔ (افسوس کہ ان کے شعر کو خشک و بے پوست کہا گیا)۔

ناسخ کے کلام میں خوش طبعی کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ان کی چھوٹی بحر کی یہ غزل اپنی ردیف اور مضامین کی وجہ سے خوش طبعی کی عمدہ مثال ہے:

کس قدر صاف ہے تمہارا پیٹ
صاف آئینہ سا ہے سارا پیٹ
دیکھ کر ایک بار پیٹ اس کا
کہہ رہا ہوں دکھا دوبارا پیٹ
جی میں ہے رکھ کے سر میں سو جاؤں
تکیہ مخمل کا ہے تمہارا پیٹ [۶]

طویل غزل ہے، یہاں تین اشعار لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان شعروں کے کئی معنی ہیں۔ لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے، ان میں سے اکثر شعر عُمقِ معنی کے بجائے شگفتگیِ مطالب کا باعث بن رہے ہیں۔ شعر کے ذریعے خوش طبعی یا شگفتگی پیدا کرنا، اردو

فارسی کے کلاسیکی شعرا کا باقاعدہ وظیفہ ہے۔ اس نکتے کی تفہیم کے بغیر کلاسیکی سرمائے کا ایک بڑا حصّہ بے کار معلوم ہوتا ہے۔ یہاں اخلاقی اور غیر اخلاقی کی بحث نہیں۔ آسکر وائلڈ (Oscar Wilde۔ ۱۸۵۴ء–۱۹۰۰ء) نے پتے کی بات لکھی ہے: ادب اخلاقی اور غیر اخلاقی نہیں، اچھا یا برا ہوتا ہے"۔ اچھا یا برا بھی اپنی نہاد میں نہیں بلکہ پیش کش میں۔ اس نقطۂ نظر سے بظاہر مخرّب اخلاق نظر آنے والا مصرع بالکل متضاد کیفیت کا نمائندہ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ سنجیدہ نظر آنے والا شعر صرف ہنسنے کی بات ہو سکتا ہے۔ پابلو نیرودا (Pablo Neruda۔ ۱۹۰۴ء–۱۹۷۳ء) سے ایک بار، جب اس کی نظم "A Dog Has Died" کے مفہوم کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا، یہ نظم ہنسنے میں اداس ہونے اور اداسی میں ہنسنے کے سوا کسی مصرف کی نہیں[۸]۔ بہر صورت شعر کا ایک کارآمد تفاعل ہنسنا ہنسانا بھی ہے اور یہ وقت گزاری کے بجائے انسانی ترفّع (Sublimation) کی ایک مفید صورت ہے۔ یہ صورت حال میر کے شعر میں بہت ملتی ہے:

دیہی کو نہ کچھ پوچھو اک بھرت کا ہے گڑوا
ترکیب سے کیا کہیے سانچے میں کہ ڈھالی ہے[۹]

ڈول بیاں کیا کوئی کرے اس وعدہ خلاف کی دیہی کا
ڈھال کے سانچے میں صانع نے وہ ترکیب بنائی ہے[۱۰]

میر کے شعروں میں عضو نگاری، جسمانی ترغیب سے بڑھ کر جمالیات کی کُل میں ضم ہوتی نظر آتی ہے۔ رعایتیں اور مناسبتیں مستزاد ہیں۔ ناسخ کے شعر کا ایک اور اہم پہلو، متاخرین کے موضوعات کا استقبال ہے۔ فارسی و اردو کے اساتذہ کے موضوع پر شعر کہنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ناسخ نے میر کے کئی شعروں پر شعر کہے اور دیگر ہم عصر شعرا مثلاً مصحفی اور آتش سے زیادہ کامیاب رہے۔

چاہے بوڑھے میر صاحب نے مَسیں بھیگتے ناسخ کو اپنا شاگرد نہ بنایا ہو لیکن ناسخ ان کے کلام سے خوب خوب متمتع ہوئے[۱۱]۔ (اگرچہ اس قصے کی تفصیلات محلِ نظر ہیں)۔

میر کا معروف شعر ہے:

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا[۱۲]

میر کا شعر اپنی جگہ، غم کی شکیبائی (Acceptance) سے پیدا ہونے والی جمالیات کا کامل نمونہ ہے۔ رعایتوں اور

مناسبتوں کا جال بچھا ہے۔ انھیں چھوڑ کر محض منظر ہی کو لیا جائے تو وہ بھی النّادر و کالمعدوم کا درجہ رکھتا ہے۔ ہاتھ یا ہتھیلی پر داغ اس کثرت سے موجود ہیں کہ اُن کی بُریدہ کیفیت اور نیم واسرخی سے جگہ جگہ آنکھیں بنی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ نرگس کے پھولوں کی کیا حاجت، جب کہ خود ہاتھ ہی نرگس کا دستہ ہو گیا ہے۔ یہ شعر ایسا مصوّر ہے کہ خود بہ خود تصویر کھنچتی معلوم ہوتی ہے۔ اطالوی مصوّرِ فرانسیسکو ڈیل کوسا (Francesco del Cossa۔۱۴۳۰ء-۱۴۷۷ء) یاد آتا ہے، جس نے سینٹ لوسی (Saint Lucy) کی دو معلّق آنکھوں کو زندہء جاوید کر دیا تھا۔[۱۳] (کوسا اگر میر کے شعر سے آگاہ ہوتا تو خدا جانے کیسی خلاقی کو کام میں لاتا!)

ناسخ نے میر کے خیال کو بدل بدل کر پیش کیا ہے۔ دیوان دوّم کی ایک غزل کا مطلع دیکھیے:

بجائے داغ ملے دیدۂ غزال مجھے
کمال جوششِ وحشت ہے اب کے سال مجھے[۱۴]

میر کے شعر میں داغ کے کھلنے کی وجہ کو مخفی رکھا گیا ہے، البتہ منظر پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ ناسخ کے شعر میں داغ بننے کی وجہ (جوش) بیان کر دی گئی ہے البتہ منظر میں کنایے سے کام لیا گیا ہے۔ عاشق یا شاعر کو دیدۂ غزال (خوب صورتی کا منبع و سرچشمہ) ہی مطلوب ہوتے ہیں۔ دوسرے مصرعے کا اضطراب بتا رہا ہے کہ عاشق ہجر کی کیفیت میں ہے؛ یہ کیفیت، دل یا بدن میں داغ پیدا کرنے کا باعث ہے لیکن داغِ وحشت خود اپنی شکل و ہیئت میں دیدۂ غزال بن جائیں گے، انتہائی پر لطف اور باکمال بات ہے یعنی درد ہی میں درد کا مداوا ہے۔ دیدۂ غزال کہاں بنے، یہ سوال بھی اہم ہے۔ میر نے ہاتھ کا ذکر کر کے مقام کی تصریح کر دی ہے۔ ناسخ کے ہاں مقام عنقا ہے۔

بہر صورت اگر داغ کے عمومی مقامات: دل یا سینہ یا جسم کو تصور کیا جائے تو بھی صورت حال کم دل چسپ نہیں بنتی۔ ذرا کلپنا کو کام میں لائیے اور دل و جسم پر غزال کی آنکھیں بنی دیکھیے۔ میر کے شعر میں جمالیات کا حسن ہے اور ناسخ کے شعر میں وحشت کا منظر۔ وحشت اور غزال میں مناسبت ہے۔ جوشش اور داغ میں بھی رعایت موجود ہے۔ داغ جِلد کے پھٹنے سے وجود میں آتا ہے، جوشیدن کے ایک معنی بھی پھٹنے کے ہیں۔ بندش کی چستی کمال ہے۔ مشکل مضمون میں بھی عجزِ کلام نام کو نہیں۔

دوسرے مصرعے میں "اب کے سال" سے وقت اور وقوعے کی توقیت (Timeline) بھی سامنے آتی ہے۔ یعنی ایسا ہونا کچھ نیا تو نہیں، لیکن اب کے سال حد ہو گئی۔ غرض عمدہ شعر کہا ہے۔ ایک اور جگہ اس موضوع کو ذرا مختلف پیرائے میں بیان کیا ہے:

ہزاروں داغ مرے آفتاب سے چمکے
نہ فرق ظلمت روز فراق میں آیا[۱۵]

دیدۂ غزال پر سیکڑوں نے اشعار کہے لیکن صائب کا انداز کسی کو نصیب نہ ہوا۔

ہر چند صد بیابان وحشی تر از غزالیم
ما را بہ گوشۂ چشم تسخیر می توان کرد[16]

ناسخ کی میری رواروی کی بات نہیں۔ میر سے استفادہ یافتہ شعرا ان کے کلام میں بہ آسانی مل جاتے ہیں۔ دیوان دوّم ہی کی ایک چھوٹی بحر کی غزل کا شعر دیکھیے:

کیا ہی چاکِ قبا ہیں خوش اسلوب
میری وحشت کی دست کاری ہے[17]

شعر صاف ہے۔ لیکن چاکِ قبا کو خوش اسلوب کہنا جس پختگی کا تقاضا کرتا ہے، عام شاعر اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

کمال بات لطافت و کثافت کو آمیز کرنا ہے۔ خوش اسلوب و دست کاری اور چاک قبا و وحشت، کیسے اضدادی جوڑے (Binary Opposites) اکٹھے کر دیے ہیں۔ قبا کو چاک کرنا وحشت و اضطرار کا نتیجہ ہے۔ اس کیفیت میں بھی دست کاری کا مظاہرہ کمالِ ہنر ہے۔ پابلو پکاسو (Pablo Picasso۔۱۸۸۱ء-۱۹۷۳ء) کا قصّہ معروف ہے (میرا خیال ہے یہ قصہ درست نہیں) کہ اس کے پالتو کتے کی نم دیدہ دُم نے شہکار تصویر پر قوس بناڈالی تھی، جو بعد ازاں مقبول خلائق بھی ہوئی[18]۔ کیا چاکِ قبا کی دست کاری ایسی ہی اتفاقی (Accidental) ہے یا ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ؟ دوسرے مصرعے میں لفظ "میری" پر اصرار و فورِ اعتماد کو ظاہر کرتا ہے۔ دست کاری کو چاکِ قبا کا مشبہ بہ کرنا بے مثال ہے، اگر میر کا یہ شعر سامنے نہ ہو:

چہرے پہ جیسے زخم ہے ناخن کا ہر خراش
اب دیدنی ہوئی ہیں مری دستکاریاں[19]

شمس الرّحمٰن فاروقی نے اس شعر کو شعر شور انگیز کا حصّہ بنایا ہے۔ شرح وہاں ملاحظہ ہو سکتی ہے۔ چہرے پر ناخنوں کی خراشوں کی دست کاری کیسا ہول ناک منظر ہے۔ ایسے مرقّعے میر کے ہاں بہت ہیں۔ انگریزی میں Gothic Poetry کی اصطلاح موجود ہے، اردو میں ایسی شاعری کا باقاعدہ کوئی نام نہیں، لیکن اگر ہوتا میر اس فرقے کے بھی بانی ٹھہرتے۔ گوٹفریڈ بن (Gottfried Benn۔۱۸۸۶ء-۱۹۵۶ء) کی نظم "The Young Hebbel" کے مصرعے یاد آتے ہیں:

My youth is like a scab:
under it there is a wound
that every day leaks blood

ترجمہ: میری جوانی ایک پپڑی کی مانند ہے،
جس کے نیچے ایک زخم ہے
جس سے ہر روز خون رستا ہے[۲۰]

میر کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنے پہلو میں شعر کی تمام دِشاوں کی وِید دابے ہیں۔ ہر نیا، بدیع اور نادر مضمون مکمل کاری گری کے ساتھ ان کی شعری گرنتھ میں موجود ہے۔ کہاں تک سر گشتہ ہوا جائے، سچ ہے:

ان صنائع کا ان بدائع کا
کچھ تعجب نہیں خدائی ہے[۲۱]

گویا ناسخ نے اپنی "تنک مزاجی اور بد دماغی" کے قصّوں کے باوجود میر کی شعری عظمت کو "شہِ شاعراں" کہہ کر سراہا ہے۔ ناسخ کے کلام میں بالواسطہ یا بلاواسطہ میر سے متاثر ہونے کے شواہد ملتے ہیں۔ ناسخ جہاں متاخرین کے موضوعات سے خوشہ چینی کرتے رہے، وہاں میر کے اشعار پر شعر کہنے میں اپنے ہم عصروں سے نسبتاً کام یاب رہے ہیں۔ اخلاقی و غیر اخلاقی مباحث سے قطع نظر، ناسخ نے میر کے تتبّع میں جمالیاتی رعایتوں اور مناسبتوں سے کام لیا ہے۔ موضوعات کی بو قلمونی، خوش طبعی اور کیفیات کا پر لطف بیان انھیں میر سے قریب کرتا اور باکمال بناتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۹۲ء) اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور۔

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد، آبِ حیات (لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۵۴ء)، ۳۳۸۔

۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ارمغان فاروقی (کراچی: رنگِ ادب، ۲۰۲۱ء)، ۶۹۔

۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، "ناصر کاظمی برگِ نے کے بعد"، مشمولہ اثبات و نفی (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء)، ۱۳۷۔

۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ارمغان فاروقی، ۶۹۔

۵۔ مرزا اسد اللہ غالب، اردوئے معلّٰی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۸ء)، ۱۷۱۔

۶۔ شیخ امام بخش ناسخ، کلیاتِ ناسخ مرتب: یونس جاوید، جلد دوم (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۷ء)، ۸۱۔

۷۔ آسکر وائلڈ [Oscar Wilde]، فکشن-فن اور فلسفہ، مترجم: مظفر علی سید (دہلی: عرشیہ بکس، ۲۰۰۱ء)، ۲۱۳۔

۸۔ پابلو نیرودا [Pablo Neruda]، "A Dog has Died" (پوئٹری فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء)،
https://www.poetryfoundation.org/poetrymagazine/poems/40470/a-dog-has-died
تاریخ ملاحظہ: ۱۷ جنوری ۲۰۲۶ء۔

۹۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، مرتب: کلب علی خان فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۱ء)، ۳۸۲۔

۱۰۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، مرتب: کلب علی خان فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۸ء)، ۲۶۴۔

۱۱۔ شہیبہ الحسن، سید، ناسخ، (دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ۶۴۔

۱۲۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، مرتب: کلب علی خان فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۱ء)، ۵۱۔

۱۳۔ الیکسا گاٹ ہارڈ [Alexxa Gotthardt]، "I'm Obsessed with Saint Lucy's Extra Set of Eyes in this Renaissance Painting"۔
تاریخ اشاعت: ۱۶ جنوری ۲۰۲۰ء۔
https://www.artsy.net/article/artsy-editorial-obsessed-saint-lucys-extra-set-eyes-renaissance-painting
تاریخ ملاحظہ: ۱۷ جنوری ۲۰۲۶ء۔

۱۴۔ شیخ امام بخش ناسخ، کلیاتِ ناسخ مرتب: یونس جاوید، جلد دوم، ۲۶۱۔

۱۵۔ ایضاً، ۱۷۔

۱۶۔ صائب، "غزل"،: https://ganjoor.net/saeb/divan-saeb/ghazalkasa/sh4462　　تاریخ ملاحظہ: ۱۷ جنوری ۲۰۲۶ء۔

۱۷۔ شیخ امام بخش ناسخ، کلیاتِ ناسخ مرتب: یونس جاوید، جلد دوم، ۳۴۵۔

۱۸۔ ڈیزی وڈورڈ [Daisy Woodward]، *Picasso's Sausage Dog*، تاریخ اشاعت: ۱۶ اپریل ۲۰۱۲ء۔
https://www.anothermag.com/design-living/1901/picassos-sausage-dog۔　　تاریخ ملاحظہ: ۱۷ جنوری ۲۰۲۶ء۔

۱۹۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، مرتب: کلب علی خان فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۱ء)، ۲۱۹۔

۲۰۔ گوٹفریڈ بن [Gottfried Benn]، "The Young Hebbel" (پوئٹری فاؤنڈیشن: نومبر ۲۰۰۹ء)۔
https://www.poetryfoundation.org/poetrymagazine/poems/53044/the-young-hebbel۔　　تاریخ ملاحظہ: ۱۷ جنوری ۲۰۲۶ء۔

۲۱۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد پنجم، مرتب: کلب علی خان فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۱ء)، ۲۸۷۔

Bibliography

Azad, Muhammad Hussain. *Aab-i Hayāt*. Lahore: Sheikh Mubarak Ali Tajir Kutub, 1954.

Farooqi, Shams ul Rehman. *Armghān-i Fārooqi*. Karachi: Rang e Adab, 2021.

———. *Aṡbāt o Nafī*. Lahore: Fiction House, 2017.

Ghalib. *Urdu-i Mu'alla*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1998.

Meer, Meer Taqi. *Kuliāt-i Mīr*, Vol. 1. edited by Kalb Ali Khan Faiq. Lahore: Majlis-e-Taraqi-e-Adab, 2001.

———. *Kuliāt-i Mīr*, Vol. 5. edited by Kalb Ali Khan Faiq. Lahore: Majlis-e-Taraqi-e-Adab, 2001.

Nasikh, Seikh Imam Bakhsh. *Kuliāt-i Nāsikh*, Vol. II. edited by Younas Javed. Lahore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, 1997.

Wilde, Oscar. *Ficshan, Art aṅd Philosophy*. Translated by Muzaffar Ali Sayyad. Dehli: Arshia Books, 2001.